شاہ بلیغ الدین

وہ یقیناً جنتی تھے

حضرت عمرو بن وقش کی ایمان افروز شہادت

۳ھ ہجری کی بات ہے ۶ شوال جمعہ کا دِن تھا۔ کوئی عصر کے لگ بھگ عمرو بن وقش کہیں باہر سے گھر واپس آئے۔ دیکھا محلّے میں سنّاٹا ہے تو سوچنے لگے ـــــ نہ جانے کیا بات ہے؟ گھر میں داخل ہوئے تو پہلا سوال یہی کیا سب لوگ کہاں گئے؟ (اشہل تو وہ گھرانہ تھا جس کی خود رسالتِ پناہ نے تعریف فرمائی تھی۔ ارشاد تھا کہ انصار کے بہترین گھرانے بنو نجار کے ہیں ان کے بعد بنو اشہل کا درجہ ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضؓ کی بہن لیلیٰ بنتِ یمان کے ایک صاحبزادے تھے ـــــ عمرو بن وقش ـــــ قبیلہ اوس کی شاخ اشہل سے اُن کا تعلق تھا۔

جب حضرت سعد بن معاذ رضؓ اسلام لے آئے تو پھر اُن کے کہنے پر قبیلۂ اوس کے بچّے، بڑے، بوڑھے اور عورتیں بھی مسلمان ہوگئیں۔ حالت یہ تھی کہ مشکل ہی سے ایک دو آدمی بچ رہے تھے جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ عمرو جن کا لقب احرم ہے اُنہیں میں سے ایک تھے۔

عمرو کے سوال کا جواب ملا ـــــ لوگ احد گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے ہیں۔ مشرکینِ مکّہ سے لڑائی ٹھن گئی ہے۔ افواہیں تو بہت دنوں سے اُڑ رہی تھیں، آج معلوم ہوا کہ وہ لوگ پہنچ گئے۔

عمرو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن کچھ دنوں سے اسلام کی طرف دِل کھِچ رہا تھا۔ آج جو یہ موقع آیا تو نہ جانے کتنی دیر بیٹھے سوچتے رہے۔ ایمان کی چنگاری دبی دبی سی تھی۔ دفعتاً سلگ اُٹھی۔ نانا مسلمان تھے ماموں مسلمان تھے۔ کنبے کا کنبہ مسلمان تھا۔ یہ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ زرہ پہنی خود سر پر جمائی گھوڑے پر بیٹھے اور یہ جا وہ جا۔ کتنی دُور جانا تھا۔ بس دو میل کی تو بات تھی! مدینے کے شمال میں احد کا پہاڑ تھا۔ اُس کے دامن میں حق و باطل ٹکرا رہے تھے۔

میدانِ جنگ میں پہنچے تو سیدھے اس طرف گئے جہاں ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کی قیادت فرما رہے تھے۔ عمرو خدمتِ نبوی میں حاضر ہوتے تو اب وہ پہلے کے عمرو نہ تھے۔ بولے ـــــ

یارسول اللہ! لڑوں یا اسلام لے آؤں؟

ارشاد ہوا ـــــ دونوں کام کرو۔ پہلے ایمان لے آؤ پھر جہاد میں شریک ہو جانا۔ قرآن کا ارشاد ہے ـــــ تُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَتُجَاھِدُونَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ

یعنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور پھر مال و جان سے جہاد کرو ـــــ عمرو تو آئے ہی لڑنے کے ارادے سے تھے، ہتھیار سجا رکھے تھے، خود پہن رکھی تھی۔ زرہ اوڑھے ہوئے تھے۔ عرض کیا کہ ـــــ یارسول اللہ! بس ایک بات ہے کہ دل سخت بے چین ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا ـــــ وہ کیا؟ عرض کیا کہ ـــــ ایمان لاتے ہی میدانِ جنگ میں چلا جاؤں گا۔ فکر اس بات کی ہے کہ ایک رکعت نماز پڑھنے کی بھی سعادت حاصل نہیں ہوگی! ارشاد ہوا ـــــ کوئی ہرج نہیں! شوقِ شہادت سے بیتاب ہو کر پوچھا۔ یارسول اللہؐ! کیا میرے لیے یہی بہتر ہوگا۔ فرمایا ـــــ ہاں! بس پھر کیا تھا۔

فوراً کلمہ پڑھا، حضورِ اکرمؐ کے دستِ مقدس پر بیعت کی اور تلوار سونت کر میدانِ کارزار میں کود پڑے۔ اُحد کے میدان میں سات سو اہلِ ایمان کا تین ہزار بت پرستوں سے مقابلہ تھا۔ سروسامان میں کوئی تناسب نہ تھا اور پھر "مکّے" والے تو اس مرتبہ جوشِ انتقام میں اندھے ہو کر اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ انہیں تو اس موقع پر بدر کا بدلہ لینا تھا۔ گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ عمرو بن ثابت بن وقش بھی میدانِ جنگ میں سر ہتھیلی پر لیے لڑتے رہے۔ دم بھر میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی کایا پلٹ دی تھی۔ اِس جوش اور بہادری سے لڑتے رہے کہ جس نے دیکھا حیرت کرنے لگا۔

جنگ ختم ہوئی شہیدوں کی لاشیں چنی جا رہی تھیں۔ زخمیوں کو میدانِ جنگ سے اٹھایا جا رہا تھا کہ کچھ مسلمانوں کی اُن پر نظر پڑی۔ بڑی حیرت ہوئی۔ ایک دوسرے سے بولے ـــــ عمرو تو مسلمان نہ ہوئے تھے! وہ یہاں کیسے؟ کسی کو حقیقت کا پتا نہ تھا۔ اُس وقت عمرو کے لبوں پر جان کھیل رہی تھی۔ پوچھا گیا ـــــ کیا اپنے قبیلے کی محبت یہاں کھینچ لائی؟ بولے ـــــ نہیں عزیزو! میں تو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آیا ہوں۔ کب سے یہ تمنا دل میں چھپائے بیٹھا تھا۔ بارے آج یہ آرزو پوری ہوئی۔ (جن کے دلوں پر مہر لگی تھی اُن پر مہر لگی رہی اور جن کی عاقبت نیک ہونا تھی انہیں "آناً فاناً" شہادت کا رتبہ حاصل ہوا۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر بڑے اہتمام سے اپنے شاگردوں سے پوچھا کرتے تھے کہ ـــــ کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت بھی نماز نہیں پڑھی لیکن سیدھا جنت میں داخل ہو گیا؟

(بقیہ ص ۶۳ پر)